١۔ فقیرانہ آئے صدا کر چلے

میر تقی میرؔ

غزل نمبر#1

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
صدا	آواز	غم کُشاں	غمگین، مغموم، غم اُٹھانے والا
دل اُٹھانا	منہ توڑنا، دلچسپی نہ لینا	آبِ گرم	گرم پانی، یہاں آنسو مراد ہے۔
بے خود	غافل	جسمِ خاک	مٹی سے بنا بدن
جبیں	پیشانی	آلودہ	لتھڑا ہو، گندہ
پرستش	عبادت، پوجا	ڈھونا	اٹھا کر لے جانا
پیری	بڑھاپا	آبِ حیات	ہمیشہ کی زندگی دینے والا پانی

اشعار کی تشریح:

شعر نمبر۔1

فقیرانہ آئے صدا کر چلے　　　میاں! خوش رہو ہم دُعا کر چلے

تشریح:

میر تقی میرؔ نے ساری زندگی دکھوں اور مصیبتوں میں گزاری تھی۔ شاعر اس شعر میں اپنے قلندرانہ مزاج کی عکاسی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر اہل خانہ سخاوت کے جذبے سے سرشار ہو تو اسے بھیک کے طور پر کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا ہے۔ شاعری کی نظر میں دنیاوی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں۔ انسان تھوڑی سی مدت کے لیے اس دنیا میں آتا ہے۔ ہم بھی فقیروں کی طرح اس دنیا میں بہت تھوڑے عرصے کے لیے آئے

ہیں۔ اب ہم تو جارہے ہیں تم خوش اور آباد رہو۔ شاعر کہتا ہے کہ اے محبوب ہم بھیک مانگنے والوں کی طرح تیرے درپے آئے ہیں۔ ہم نے محبت کی بھیک کے لیے صدا لگائی ہے تو اگر مجھ پر رحم کھاکر محبت کی تھوڑی بھیک ہماری جھولی میں ڈال دے تو تمہاری مہربانی۔ اگر تم نے بھیک نہ بھی ڈالی تو پھر بھی ہم دعا ہی دیں گے کہ خوش رہو آباد رہو ہم تو زندگی کو خیر آباد کہہ چلے ہیں۔ اس دنیا کی دلکشیوں اور رنگینیوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

شعر نمبر۔2

وہ کیا چیز ہے آہ! جس کے لیے　　　ہر اِک چیز سے دل اٹھا کر چلے

تشریح:

میر تقی میرؔ صوفی منش شاعر تھے، ان کے کلام میں سوزو گداز، زندگی کی بےثباتی کا تصور، صوفیانہ مزاج پایا جاتا ہے۔ اس شعر میں عشق کے جذبے کو.بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ عشق بھی ایک عجیب جذبہ ہے کہ عاشق کو محبوب کے سوا کوئی دوسری چیز اچھی نہیں لگتی۔ اپنے معشوق کے بغیر دنیا کی ہر خوبصورت چیز اسے بُری لگتی ہے۔ کیونکہ عاشق کے لیے اس کا محبوب ہی خوبصورت ترین ہستی ہے۔ لیکن وہی محبوب جب عاشق کو دھوکہ دیتا ہے تو اس کے پاس سوائے دُکھ افسوس، رنج وغم کے کچھ بھی نہیں رہتا۔ وہ بلکل اکیلا ہوجاتا ہے اور پھر اسے دنیا کی ہر شے بے رونق لگتی ہے۔ عاشق اپنے محبوب سے گلہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم نے تمہاری خاطر سب کو چھوڑا۔ سب سے بڑھ کر تمہیں چاہا اور اب تم ہمیں دیکھنا بھی نہیں چاہتے تم نے میرے کسی احسان کو نہیں مانا۔

شعر نمبر۔3

کوئی نااُمیدانہ کر کے نگاہ　　　سو تم ہم سے منھ بھی چھپا کر چلے

تشریح:

میر تقی میرؔ نے ساری زندگی دکھوں میں گزاری تھی۔ شاعر اس شعر میں اپنے قلندرانہ مزاج کی عکاسی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عاشق اہنے محبوب سے التجا کرتے ہوئے کہتا ہے۔ اگر تم ہماری طرف پیار بھری نظر سے نہیں دیکھ سکتے تو کم ازکم نا اُمید کردینے والی نفرت بھری نظر سے دیکھ لیتے۔ عاشق کے لیے محبت میں ملے دُکھ بھی تحفہ ہوتے ہیں۔ اے میرے محبوب کیا میں تجھے اس قدر ناپسند ہوں کہ تم نے میری طرف نفرت کی نگاہ سے دیکھنا بھی پسند نہ کیا اور اپنے چہرے کو چھپالیا۔ تم اتنے مغرور ہو کہ تم نے میری محبت کی کوئی قیمت نہ لگائی اور میرے دل کو توڑ دیا لیکن میرا دل ہمیشہ تمہارے لیے ہی دھڑکتا رہے گا اور یہ دل ہمیشہ اس اُمید سے رہے گا کہ کبھی تو تم میری طرف محبت کی نگاہ سے نہیں تو نفرت کی نگاہ سے دیکھو گے۔

شعر نمبر۔4

دکھائی دیے یوں کہ بے خود کیا　　　ہمیں آپ سے بھی جُدا کر چلے

تشریح:

میر تقی میرؔ نے ساری زندگی دکھوں میں گزاری تھی۔ شاعر اس شعر میں اپنے قلندرانہ مزاج کی عکاسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ محبوب ہمیشہ ہم سے دور رہتے ہیں کبھی اپنی شکل نہیں دکھاتے۔ لیکن ہم ہر وقت اپنے محبوب کے دیدار کی اُمید لگائے رکھتے ہیں اور جب کبھی ہمارا محبوب اچانک ہمارے سامنے آگیا تو ہم اس کے حُسن کی تاب نہ لاسکیں گے۔ لیکن جب محبوب میرے سامنے آتا ہے تو پتہ نہیں چلتا کہ وہ کب آئے اور کب چلے جاتے ہیں۔ جب وہ سامنے آتے ہیں تو مجھے خود سے.بیگانہ کردیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ

میرؔ اپنے محبوب کے دیدار کا مشتاق تھا۔ لیکن میر کی یہ خواہش ابھی تک پوری نہ ہوسکی پر عاشق بغیر نااُمید ہوئے اپنے محبوب کے دیدار کا انتظار کر رہا ہے۔

شعر نمبر۔5

جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی　　　حقِ بندگی ہم ادا کرچلے

تشریح:

میر تقی میرؔ صوفی منش شاعر تھے، ان کے کلام میں سوزو گداز، زندگی کی بےثباتی کا تصور، صوفیانہ مزاج پایا جاتا ہے۔ اس شعر میں انسان کے متعلق.بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ انسان کےپیدا ہونے سے لے کر مرنے تک انسان اللہ تعالی کی ہزاروں لاکھوں نعمتوں سے فادہ اُٹھاتا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود انسان اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا جس ذات نے یہ سب نعمتیں عطا کی ہیں اس کو ہی بھول جاتا ہے۔ میر اس شعر میں اپنے مجازی محبوب سے گلہ کرتے ہوئے کہتا ہے آداب محبت کا اولین تقاضہ محبوب کی اطاعت کرنا ہے۔ اس لیے میں تیری محبت کا حق پورا کرچکا ہوں۔ اے محبوب میں نے تیری ہر خواہش پوری کی تیرا ہر حکم بجالایا لیکن تونے پھر بھی میری کسی قربانی کی قیمت نہ لگائی میرے جذبہ محبت اور پرستاری کی کوئی قدر نہ کی۔

شعر نمبر۔6

پَرستِش کی یاں تک کہ اے بت تجھے　　　نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے

تشریح:

میر اس شعر میں کہتے ہیں اے محبوب میں نے اس دنیا میں تم سے بڑھ کر کسی کو نہیں چاہا۔ تجھے خوش رکھنے کی تیری ہر خواہش پورا کرنے کی دھن میں ایسے لگ گیا جیسے انسان اپنے اللہ کی بندگی اور اطاعت کرنے میں لگ جاتا ہے۔ لیکن اے محبوب تم نے پھر بھی میری قدر نہ کی شاعر حیران ہوکر اپنے محبوب سے سوال کرتا ہے کہ اے محبوب میری قربانیاں میرا تیرے لیے پوری دنیا کو چھوڑ دینا کیا یہ سب کرنے بعد بھی تیرے دل میں میری کوئی جگہ نہ بن سکی میری بےپناہ محبت نے تمہیں مغرور بنادیا ہے۔

شعر نمبر۔ 7

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میرؔ　　　جہاں میں تم آئے تھے، کیا کرچلے

تشریح:

میر تقی میرؔ صوفی منش شاعر تھے، ان کے کلام میں سوزو گداز، زندگی کی بےثباتی کا تصور، صوفیانہ مزاج پایا جاتا ہے۔ انسان کو اس دنیا میں اللہ کا حکم بجا لانے کے لیے بھیجا گیا۔ لیکن انسان اپنے دنیا میں آنے کا مقصد بھول کر بس دنیا کا ہی ہوکر رہ گیا ہے۔ میر بھی اس شعر میں نہایت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ساری عمر اللہ کی نافرمانی کی فقط عشق مجازی کے حصول کے لیے شاعر کہتا ہے میں اپنے محبوب کی خوشی کے لیے ہر وہ کام کرتا گیا جس سی خدا نے منع کیا۔ لیکن یہ سب کرنے کے بعد بھی مجھے کچھ حاصل نہ ہوا۔ شاعر کہتا ہے کہ اب اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ میاں دنیا میں آکر کیا تیر چلائے تو میرا جواب سوائے خاموشی کے کچھ نہ ہوگا۔ اس دنیا میں انسان کو اللہ کی عبادت اور اطاعت کے لیے بھیجا گیا ہے۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ درست الفاظ کا انتخاب کریں۔

(الف) ہر شعر میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مصرے ہوتے ہیں۔

الف۔ دو ٓ ب۔ چار ج۔ تین د۔ پانچ

(ب) غزل کے پہلے شعر کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہتے ہیں۔

الف۔ ردیف ب۔ بیت الغزل ج۔ مقطع د۔ مطلع

(ج) غزل کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے

الف۔ مطلع ب۔ مقطع ج۔ درمیان د۔ آغاز

(د) میرؔ کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہا گیا۔

الف۔ خدائے سخن ب۔ بابائے اردو

ج۔ بلبلِ ہند د۔ اردو غزل کا باوا آدم

سوال نمبر ۲۔ کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میرؔ
جہاں میں تم آئے تھے، کیا کر چلے

میرؔ کی غزل کے اس مقطع کی تشریح کریں نیز یہ بھی واضح کریں، کہ اس میں علم کی بیان کی کون سی خوبی پائی جاتی ہے؟

جواب: اس شعر میں علمِ بیان کی خوبی "کنایہ "پائی جاتی ہے جبکہ اس شعر میں کنایہ کی قسم "کنایہ قریب" استعمال ہوا ہے۔ جس سے مراد وہ کنایہ ہے جس کو سمجھنے کے لیے زیادہ غوروفکر کرنا پڑے اور وہ آسانی سے سمجھ میں آجائے۔ مذکورہ شعر میں انسان کے اس دنیا میں بھیجے جانے کے اصل مقصد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

تشریح:

اس شعر میں میر تقی میرؔ اپنی زندگی پر کف افسوس سے ملتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم جس مقصد کے لیے اس دنیا میں آئے تھے وہ پورا نہ ہوسکا۔ انسان کو اس دنیا میں اللہ کا حکم بجا لانے کے لیے بھیجا گیا۔ لیکن انسان اپنے دنیا میں آنے کا مقصد بھول کر بس دنیا کا ہی ہو کر رہ گیا۔ میرؔ بھی اس شعر میں نہایت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ساری عمر اللہ کی نافرمانی کی فقط عشق مجازی کے حصول کے لیے شاعر کہتا ہے میں اپنے محبوب کی خوشی کے لیے ہر وہ کام کرتا گیا جس سے خدا نے منع کیا۔ لیکن یہ سب کرنے کے بعد بھی مجھے کچھ حاصل نہ ہوا۔ شاعر کہتا ہے کہ اب اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ میاں دنیا میں آکر کیا تیر چلائے تو میرا جواب سوائے خاموشی کے کچھ نہ ہوگا۔ اس دنیا میں انسان کو اللہ کی عبادت اور اطاعت کے لیے بھیجا گیا ہے۔

سوال نمبر ۳۔ مندرجہ زیل مصرعوں کے ساتھ دوسرا مصرع لگا کر شعر مکمل کریں۔

(الف) فقیرانہ آئے صدا کر چلے (ب) وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لیے

(ج) دکھائی دیئے یوں کہ بے خود کیا (د) پرستش کی یاں تک کہ اے بت تجھے

(ہ) کہیں کیا، جو پوچھے ہم سے کوئی میر

جواب: (الف) فقیرانہ آے صدا کر چلے میاں! خوش رہو ہم دعا کر چلے

(ب) وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لیے ہر اِک چیز سے دل اٹھا کر چلے

(ج) دکھائی دیے یوں کہ بے خود کیا ہمیں آپ سے بھی جُدا کر چلے

(د) پرستش کی یاں تک کہ اے بت تجھے نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے

(ہ) کہیں کیا، جو پوچھے ہم سے کوئی میر جہاں میں تم آے تھے، کیا کر چلے

سوال نمبر ۴۔ میرؔ کی شاعرانہ خصوصیات پر نوٹ لکھیں۔

<u>**میر تقی میرؔ کی شاعرانہ خصوصیات**</u>

جواب: میر تقی میرؔ کی شخصیت میں جو چیز ہر انسان کو انکی شخصیت کا گرویدہ بنادیتی ہے وہ ان کی خودداری اور قناعت پسندی ہے خودداری کا تو خیر ذکر ہی کیا لیکن قناعت کا عالم یہ کہ بقول محمد حسین آزاد صاحب "قناعت اور غیرت حد سے بڑھی ہوئی تھی اسی کا نتیجہ تھا کہ اطاعت تو درکنار نوکری کے نام کو بھی برداشت نہ رکھتے تھے نتیجہ یہ کہ فاقے کیا کرتے اور دُکھ بھرتے تھے۔ اُردو میں بہت کم شاعر ایسے گزرے ہیں جن کی زندگی اور شاعری میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ یہ خوبی میرؔ کے یہاں ملتی ہے۔ ان کی زندگی درد سے معمور تھی۔ بچپن ہی سے آرام و مصیبت کا شکار ہونا پڑا۔ اپنوں کی بے رُخی،تنگ دستی،دل کی بربادی، محبت میں ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا۔ انھیں زندگی میں کہیں اُمید کا ستارہ چمکتا ہوا نظر نہ آیا۔ ان حالات نے ان کے احساس اور خوددار دل پر گہرا اثر ڈالا اور ان کی زندگی غم والم کا مجموعہ بن گی۔

میر تقی میرؔ کا عہد افراتفری اور طوائف الملوکی کا عہد تھا۔ سہ ۱۷۰۷ء میں اورنگزیب کا انتقال کے بعد مغلیہ حکومت انتشار کا شکار ہوگی تھی۔ اکیلے دہلی کیا پورے ملک سیاسی، سماجی اور تہذیبی حالات ایسے تھے، جس میں کسی کو راحت وقرار حاصل تھا اور نہ سکون واطمینان۔ معاشی فارغ البالی خواب وخیال تھی۔ ان داخلی اور خارجی اثرات کے زیر میرؔ کی شخصیت اور شاعری کی نشونما ہوئی۔اگر میر میں زمانے کی چوٹ

اور زخم کھانے کی جرات نہ ہوتی تو زمانے کی بھیانک آندھی کے سامنے ان شخصیت اور شاعری کا چراغ گل ہوجاتا۔ اس لیے میر کی رام کہانی اس عہد کی داستان معلوم ہوتی ہے۔میر کی تنہائی پسندی اور خلوت نشینی انھیں اپنے عہد اور ماحول کی ترجمانی سے باز نہ رکھ سکی اس عہد کی افراتفری،زہنی انتشار، سکون کی تلاش،شرفا کی پریشان حالی اور معاش کی قلت کی جیتی جاگتی تصویریں ہمیں ان کے کلام میں ملتی ہیں۔ لیکن یہ باتیں تشبیہوں اور استعاروں میں کہی گی ہیں۔ اس آپ بیتی اور جگ بیتی میں انھوں نے محض سخن پروری اور قافیہ پیمائی نہیں بلکہ معنی آفرینی کی سرحدوں کو بھی پار کر گیے۔ان داخلی اور خارجی اثرات نی میرؔ کو اتنا مایوس اور پژمردہ بنادیا کہ یہ پژمردگی طبیعت ثانیہ بن کر ان کی روح میں سرایت کرگی اس لیے ان کے حسین نغمے چوٹ کھائے ہوئے دل اور بربادشدہ زندگی کے آئینہ دار ہیں غرضیکہ ان کے سوزو گداز کا سرچشمہ خود ان کی المناک زندگی اور اس وقت کے پر آشوب حالات ہیں۔ اسی لیے میر کی غزلیں شاعری، شکستگی،دل یا جنون آگہی کو قابل دید بنانے کی فنکارانہ کوشش کہی جا سکتی ہے۔

<u>**غزل کی تعریف**</u>

غزل کا لفظ عربی زبان کا ایک مصدر ہے۔ جس کے معنی "کاتنا"(چرخے پر روئی سے سوت "دھاگہ"بنانا) ہے۔

ادب کی رُو سے غزل کے معنی ہیں عورتوں سے باتیں کرنا، عورتوں کے حُسن وجمال کی تعریف کرنا۔

غزل نظم کی ایسی صنف ہے جس میں عشق ومحبت (حقیقی ومجازی) کا ذکر ہوتا ہے۔

غزل کے کم ازکم اشعار کی تعداد پانچ اور زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔